ترک اسرائیلی امریکی مثلث

حامد عبدالرحمٰن الکاف

ترکی کے فوجی اور سول اسلام دشمن عناصر نے اسرائیل کے ساتھ کھلم کھلا عسکری تعاون کی پالیسی اپنائی ہے، جس کی ایک شکل فضائی اڈوں کا استعمال اور ترکی طیاروں کی دیکھ بھال (maintenance) کے معاہدے ہیں۔ ان معاہدات کا خطرناک پہلو اس وقت سامنے آیا جب اسرائیلی طیاروں نے ترکی کے فضائی اڈوں سے پرواز کر کے جنوبی لبنان پر بم گرائے۔ ۱۹۸۲ میں جب اسرائیل نے لبنان سے فوجی انخلا کا فیصلہ کیا تو اس کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ وہ جنوبی لبنان میں ایک ایسی فوجی پٹی وجود میں لائے گا جس میں لبنان کے عیسائی اور اسرائیل کے فوجی دستوں کو تعینات کیا جائے گا۔ یہ پٹی لبنان کے سمندری علاقے سے شروع ہو کر جنوبی لبنان سے گزرتی ہوئی شمال مشرق لبنان کی طرف لبنانی شامی مشترک سرحدوں سے جا ملتی ہے۔ اس طرح خود اسرائیلی فوج اور اس کے ساتھ لبنانی عیسائیوں کے فوجی دستے لبنان اور شام دونوں پر اپنا بھرپور دباؤ ڈالے ہوئے ہیں۔

اسرائیلی طیاروں کا ترکی سے پرواز کر کے جنوبی لبنان پر حملہ آور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ترکی:

(الف) دو عرب ملکوں پر جارحانہ حملوں میں اسرائیل کے ساتھ براہ راست اور برابر کا شریک ہے۔

(ب) شام اور لبنان پر اسرائیل کے فوجی دباؤ اور خطرات کو، جو جنوبی لبنانی پٹی کی شکل میں ہیں، صحیح گردانتا ہے۔

(ج) جنوبی لبنان کی مقبوضہ پٹی اور مقبوضہ جولان کے ناجائز قبضوں اور ان پر جارحانہ اسرائیلی کارروائیوں کو ترکی "قانونی" سرگرمیاں تصور کرتا ہے اور اسی بنیاد پر وہ اسرائیل کا ساتھ بھی دے رہا ہے۔

اس پر مستزاد، ترکی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ترکی، شامی، لبنانی اور اسرائیلی ساحلوں کے سامنے اسرائیلی اور

امریکی فوجی بیڑوں کے ساتھ مشترکہ جنگی تربیتی مشقوں میں بھی حصہ لے گا۔ پتا نہیں اس قسم کی بحری تربیتی پروگراموں کی کیا حاجت ہے جبکہ اب روس کا خطرہ بھی ختم ہو چکا ہے؟ دراصل اس سے شام کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ وہ فضائی اور بحری دونوں طرف سے اسرائیل، ترکی اور امریکہ کے رحم و کرم پر ہے۔ اگر یہ تینوں طاقتیں کسی بھی وقت شام کو سبق سکھانے کا فیصلہ کریں تو اس کا حلیف، ایران، نہ تو زمین کے راستے سے مدد کر سکتا ہے اور نہ فضائی کمک پہنچا سکتا ہے کیونکہ ان دونوں راستوں کو استعمال کرنے کی صورت میں اسے پہلے عراق سے نمٹنا ہو گا جو ایران اور خود شام کا دیرینہ دشمن ہے۔ اس طرح شام و لبنان عملاً اسرائیل کے شمالی غربی محاذ سے کٹ کر اب اسرائیل اور ترکی اور امریکہ کے رحم و کرم پر جی رہے ہیں۔ اس کے بعد ایرانی بحری امداد کا ذکر ہی بے محل بات ہے۔

ترکی، اسرائیلی، امریکی فوجی اور سیاسی گٹھ جوڑ کے دور رس اثرات کا اندازہ لگانے کے لیے ہمیں یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ (۱) مصری-اسرائیلی معاہدۂ صلح کے بعد اسرائیل کی جنوبی سرحد کا تعین ہو چکا ہے۔ (۲) اردنی-اسرائیلی معاہدۂ صلح کے بعد اسرائیل کے مشرقی حدود کا تعین بھی ہو چکا ہے۔ اب شام پر براہ راست اور لبنان پر ضمناً" زبردست فوجی، سیاسی، اقتصادی اور مالی دباؤ ڈالا رہا ہے تاکہ یہ دونوں ملک ایران کے برخلاف اسرائیل سے معاہدۂ صلح کرنے پر اور ایران سے اپنے تعلقات ختم کرنے پر راضی ہو جائیں۔

یہ ایرانی خطرات کے زاویہ نگاہ سے عرب اسرائیل کشمکش کا ایک پہلو ہے۔ اس کے دو خطرناک پہلو اور بھی ہیں جن میں سے ایک کو ہم دجلہ و فرات کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ کہہ سکتے ہیں اور دوسرا فوجی، سیاسی، اقتصادی پہلو ہے جو مغرب میں شامی، لبنانی، اسرائیلی ساحلوں سے شروع ہو کر مشرق میں خلیج فارس سے گزر کر ایران کے ان مغربی علاقوں پر ختم ہوتا ہے جن میں تیل کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ ایران میں تیل اور گیس کے زبردست ذخائر پائے جاتے ہیں۔ اس کی ایک دلیل فرانسیسی کمپنی ٹوٹال کا وہ معاہدہ ہے جو اس نے ایرانی حکومت سے جنوبی ایران میں گیس کے ذخائر کے بارے میں کیا ہے اور جو یورپی امریکی کشمکش اور اختلافات کا سبب بنا ہے۔ شام میں یہ فوجی، سیاسی، اقتصادی نقشہ، جنوبی ترکی، شمالی عراق اور شمالی ایران سے شروع ہوتا ہے اور جنوب میں ان تیل اور گیس کے زبردست ذخائر کو اپنے آغوش لے کر الریاض کے آس پاس ختم ہوتا ہے۔

ہم پہلے دجلہ و فرات کے پانی کی تقسیم کے مسئلے کو لیتے ہیں:

ترکی، شام اور عراق میں دجلہ اور فرات کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ یہ دونوں دریا ترکی سے نکل کر شام اور عراق میں بہتے ہوئے شط العرب--- یعنی عراق اور ایران کی مشترکہ سرحد سے ہوتے ہوئے خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ عرب ترکی عداوت کے بیج برطانیہ، فرانس اور دیگر یورپی ممالک نے بوئے تھے،

اس کا یہ زہریلا پھل صرف عربوں کو چبانا پڑ رہا ہے کیونکہ ترکی اس پانی، اس کی مقدار اور مختلف موسموں میں اتار چڑھاؤ کو ایک موثر اقتصادی اور سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ حال ہی میں ترکی کے صدر سلمان دیمرل نے اعلان کیا کہ ترکی، پانی کو قابل خرید و فروخت تصور کرتا ہے اور اس کو معقول قیمت پر فروخت کرنے کو تیار بھی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ شام اور عراق سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ تمھارے علاقوں میں جو تھوڑی بہت سرسبزی اور شادابی ان دونوں دریاؤں کے بہاؤ اور پانی کا نتیجہ ہے، میں اس کو ایک لق و دق صحرا میں بدلنے پر قادر ہوں۔ اس لیے تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ میری شرائط تسلیم کر کے رہو۔ اس طرح ترکی، امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ گہرا تعاون کر کے شام اور عراق کے لیے فوجی خطرہ بن چکا ہے۔ بلکہ وہ دریائی پانی کو ایک سیاسی اور اقتصادی ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے ان کی معیشت کو تباہ کرنا چاہتا ہے لیکن یہ کہانی یہیں ختم نہیں ہوتی۔ ترکی ایک نیم مردہ، کمزور اور ناتواں اور فوجی اور اقتصادی اعتبار سے دم توڑتے ہوئے عراق کے شمالی کردی علاقوں پر بار بار فوج کشی کر کے مسلسل یہ کوشش کر رہا ہے کہ شمالی عراق میں اسی طرح کی "فوجی پٹی" وجود میں لائی جا سکے جیسی کہ اسرائیل نے جنوبی لبنان میں بنا لی ہے اور جس کے ذریعے وہ لبنان اور شام پر بے پناہ فوجی دباؤ ڈال رہا ہے اور مسلسل تباہی اور بربادی مچا رہا ہے۔

ستمبر ۱۹۹۷ کے آخری عشرے میں ترکی کے شمالی عراق پر فوجی یلغار کے نتیجے میں اس کی فوجیں ایک طرف شمال مغربی ایران کی سرحد تک پہنچ چکی ہیں اور دوسری طرف انھوں نے شام کی شمال مشرقی سرحد تک اپنا پھیلاؤ کر دیا ہے۔ اس طرح ترکی بھی اسرائیل کی طرح عراق، شام اور ایران پر فوجی دباؤ ڈال رہا ہے اور عراق میں اسرائیل کے طرز پر مسلسل تباہی کا سامان مہیا کر رہا ہے۔ اس فوجی یلغار کا ایک اور معقول سبب بھی ہو سکتا ہے اور وہ ہے ایرانی، شامی اور عراقی کردوں کو ان ترکی کردوں کے ساتھ فوجی اور غیر فوجی تعاون کرنے سے روکا جا سکے جو جنوبی ترکی میں ایک آزاد یا نیم آزاد کرد ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔

یہی وہ کرد مسئلہ یا کرد خطرہ ہے جو ۵۰ سال سے ایران، عراق، ترکی اور شام کے لیے مسلسل درد سر اور فوجی اور غیر فوجی اخراجات اور جنگ و جدل کا سبب بنا ہوا ہے اور جو اب ان جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیوں کا ایک جزو بن چکا ہے جن کا نقشہ ہم نے اوپر بحر روم کے مشرقی ساحل سے شمال مغربی ایران اور جنوبی ترکی سے الریاض کے شمال میں واقع تیل اور گیس کے ذخائر تک کھینچا ہے۔

اس نئے نقشے کو بروئے کار لانے کا سبب یہ ہے کہ اسرائیل کی شمالی سرحد کا تعین، مقبوضہ جولان اور جنوبی لبنان سے انخلا کے بعد، ایک ناگزیر امر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسرائیل ایک محدود علاقے میں بند ہو کر رہ جائے گا۔ جس میں کوئی حقیقی اسٹریٹیجک گہرائی (strategic depth) نہیں پائی جائے گی۔ یہ صورت حال اس بات کی طالب ہے کہ اسرائیل کے اطراف میں پائی جانے والی ساری ریاستیں جن میں خود

ترکی بھی شامل ہے، وہ بھی فوجی اور معاشی اعتبارات سے اتنی کمزور ہو جائیں اور ان کے درمیان اتنی گہری عداوتیں پیدا کر دی جائیں کہ وہ اسرائیل کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر خطرہ ثابت نہ ہو سکیں۔ کمزور اور لاغر لبنان، شام، ترکی، اردن، عراق اور ایران بھی--- رہا مصر تو اس کو سوڈان کے ساتھ اختلافات میں پھنسا دیا گیا ہے۔ اب اس کا حقیقی رخ یا تو اندرون ملک اسلام پسندوں سے مسلسل جنگ کرتے رہنا ہے یا بیرون ملک جنوب میں اسلام پسند سوڈان یا مغرب میں قوم پرست لیبیا کے خلاف مورچے سنبھالے رہنا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر وہ اب اسرائیل کے لیے حقیقی خطرہ نہیں رہا ہے۔

اب کچھ نئے نقشے کے خدوخال کے بارے میں:

۱۔ ترکی، ایران، عراق اور شام کو ٹکڑے ٹکڑے اور کمزور کرنے کے لیے ان میں آباد کردوں کی ایک ریاست بنائی جائے گی جو ہر طرف سے دشمنوں میں گھر جانے کی وجہ سے عسکری اور اقتصادی لحاظ سے ناتواں ہو گی اور اسرائیل کے لیے ہرگز خطرہ نہ بن سکے گی۔

۲۔ ایران کے خطرے کو مزید کم کرنے کے لیے جنوبی عراق سے شامی سرحد تک ایک نئی شیعہ اکثریت کی ریاست وجود میں لائی جائے گی جو الریاض کے شمال تک پھیلی ہوئی ہو گی اور جس کو ایران کے خلاف باقاعدہ استعمال کیا جائے گا۔ یہ حقیقت اس وارننگ کی شکل میں ظاہر ہوئی جو امریکہ نے ایران کو دی ہے کہ اگر ایرانی طیارے جنوبی عراقی زون میں پرواز کریں تو ان کو مار گرایا جائے گا۔ اس طرح جنوبی عراق اب امریکی حمایت اور حفاظت میں آ گیا ہے۔ یہ ریاست تیل اور گیس کے ذخائر پر مشتمل ہو گی جن میں الحسا، الظہران، الکویت اور جنوبی عراق اور دیگر علاقوں کے تیل اور گیس کے ذخائر شامل ہوں گے۔ اس نئی ریاست پر یورپ، امریکہ اور جاپان اور دیگر جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کا توانائی کی ضروریات کے لیے اعتماد ہو گا۔ کردی اور نئی ریاستوں کے درمیان ایک سنی عراقی ریاست بھی وجود پذیر ہو گی۔

یہ خلیجی جنگوں کا اور اسرائیلی فلسطینی سمجھوتے کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے اور اس کے لیے آہستہ آہستہ راستے ہر طرف سے تیار کیے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں ۱۰ یا ۲۰ برس بیت جائیں۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی اس کائنات کا مالک اور حاکم بھی ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے (فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد)۔